رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶ ہر انگریزی ماہ کی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸ تاریخ کو قادیان دارالامان سے نکلتا ہے رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

ایڈیٹر میر قاسم علی احمدی

بدر

قادیان

قیمت فی پرچہ ۱

قیمت چندہ

ہندوستان ممالک غیر

صہ ۵ ۷

انڈیا سے باہر پانچ روپیہ (صہ)

جلد ۱۳ | قادیان مورخہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۱۴ء مطابق ۱۳ جمادی الاول ۱۳۳۲ھ | نمبر ۲۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"ظفر کی ہندویت کے تو ہم پہلے ہی قائل ہیں

یہ ہے تعلیم مغرب کا اثر کرنے لگے دعوے
نجابت اور اصالت کا زمانہ کے رذائل ہیں
تغیر دیکھئے اک دن اک عالم جن پہ مرتا تھا
وہ آوارہ خود اب امرتسری غمزوں کے گھائل ہیں
لٹا کر حسن کی دولت کیا سرشار غیروں کو
پر اب قلاش ہیں بیٹا جوا باجان سائل ہیں
حقیقت پر تری "نقاش" کچھ لکھنے کی حاجت کیا
تو جو کچھ ہے وہ ظاہر کر رہے تیرے خصائل ہیں
نہ آتا کاش تو دنیا میں اے اسلام کے دشمن!
کہ تیری سازشیں بہبودئ ملت میں حائل ہیں
عبث وہ اپنی ہندو زادگی کا کرتے ہیں اعلان
ظفر کی ہندویت کے تو ہم پہلے ہی قائل ہیں
تجھے کس بات پر ہے ناز اے ایمان فروش اتنا
سنبھل او سگ گزیدہ مت دکھا جوش و خروش اتنا

(عکاس)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مریم پر ڈاکٹر بشارت احمد کا تازہ حملہ

اس میں کچھ شک نہیں کہ اختلاف رائے موجب رحمت ہوتا ہے۔ بشرطیکہ نیک نیتی پر مبنی ہو۔ اور ایسے طریق سے اپنے اختلاف کو بیان کیا جائے۔ کہ جس سے اپنے مخالف رائے لوگوں کو ٹھیس نہ لگے۔ اور نہ ہی توہین ہو۔ بالخصوص اپنے دائرہ اعتقادات کے اندر اندر رہو۔ مگر برعکس اسکے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا وطیرہ اظہار اختلاف میں ایسا دلآزار اور ہتک آمیز ہوتا ہے۔ جسکو ہرگز نیک نیتی یا احقاق حق پر مبنی نہیں قرار دیا جا سکتا۔ "روٹی" والے مضمون میں ڈاکٹر صاحب موصوف کی شیریں کلامی کا مختصر سا نمونہ میں پیشتر ازیں ایک مضمون میں دکھا چکا ہوں۔ اب تازہ پیغام ۱۹ اکتوبر میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے ایک لایعنی طائل غامہ فرسائی کرتے ہوئے مسیح کا باپ ثابت کرنے کی ناکام سعی کی ہے۔

اوّل تو اس موضوع پر مضمون لکھنا احمدی نقطۂ خیال سے حضرت مسیح موعود کی توہین ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود کی تصنیفات طیبہ میں بار بار بڑے شد و مد سے اور مدلل طور پر یہ لکھا ہوا موجود ہے۔ کہ مسیح بن باپ تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ حضرت مسیح موعود کی بصیرت اور معرفت کاملہ نے اس کفر کو پہلے ہی سے محسوس کر لیا تھا۔ کہ ایک وقت آنیوالا ہے۔ کہ احمدی کہلانے والے اس کے خلاف عقیدہ رکھینگے۔ اس لئے آپ نے اپنی کتاب مواہب الرحمن صفحہ ۷۰ پر صریح اور صاف اور محکم الفاظ میں رقم فرمایا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(اصل فارسی ترجمہ ہی درج کرتا ہوں) "دانہ جملہ عقاید ماست کہ حضرت عیسٰے و یحیٰی علیہم السلام بطریق خرق عادت متولد شدہ اند۔ و دریں ولادت ہیچ استبعاد نیست ..... دمیگویند کہ عیسٰی از نطفہ پدر ادیوسف پیدا شدہ است واز جہالت حقیقت را نے فہمند و معلوم است کہ مریم صدیقہ قبل ازیں کہ نکاح کند حاملہ یافت و نجال ادنبود کہ نکاح کند چراکہ بعد از آلبتن مادر او ہمیں عہد کردہ بود کہ نکاح نخواہد کرد پس ایں امر دو امر احتمال بے دارد نزد صاحبان بصیرت اول اینکہ گفتہ شود کہ عیسٰے مخلوق از کلمہ خدا و خدا ی است یا نعوذ باللہ ایں گفتہ شود کہ ولادت حرام است و سوئے ایں خیال ہیچ راہے نیابیم کہ حمل مریم از نکاح قرار دادہ بود۔ چراکہ مادر مریم بخدا تعالیٰ عہد کردہ بود کہ مریم را از نکاح بے تعلق دارد و برائے خدمت بیت المقدس مقرر کند و ایں عہد در ایام حمل خود کردہ بود و ایں امر است کہ از قرآن شریف و انجیل آنرا نوشتہ ایم۔ پس راہ حق و فلاح ترک مکنید ایں تفصیل برائے آں شخص است (ڈاکٹر بشارت احمد) کہ تفصیل را نمیخواہد و امر خارق عادت را عادت او لہ ڈاکٹر بشارت احمد) قبول نکند۔ مگر با کمال قدرت خداوند تعالیٰ ایمان مے آریم۔ و بدیں ایمان آریم۔ کہ اگر او تعالیٰ بخواہد از برگ درختان مثل عیسٰے پیدا کند و بسیار کہ ہا در زمین اند کہ ادشاں را مادر است و نہ پدر۔ پس کدام تعجب ہست گیرد شمارا از پیدائش عیسٰے یا مرداں"

اس عبارت میں حضرت اقدس نے صاف فرمادیا ہے کہ (۱) مسیح کی بن باپ پیدائش ہمارے عقاید میں سے ہے (۲) خارق عادت امر ہے (۳) حضرت مریم قبل از نکاح حاملہ ہوئیں (۴) والدہ مریم نے مریم کو بیت المقدس کی خدمت کیلئے وقف کیا تھا (۵) ایسی وقف شدہ لڑکیاں نکاح نہ کرسکتی ہیں (۶) قبل از نکاح بغیر کسی مرد کے حاملہ ہونا قرآن و انجیل کی رو سے ثابت ہے اب ایسے بیّن بیانات کے مقابلہ میں کوئی شخص احمدی کہلانے والا مندرجہ ذیل بیان دے۔ تو انصاف پسند پبلک خود اس نتیجہ پر پہنچ جائیگی کہ یہ ناطقی کے دانت والا معاملہ ہے۔ سنئے! ڈاکٹر بشارت احمد کیا فرماتے ہیں۔ سوال۔ کیا حضرت مسیح کا باپ تھا جواب۔ خوب اس سوال کے پوچھنے کی بھی ضرورت ہے۔ کیا دنیا میں کوئی ہے جسکا باپ نہ ہو۔ جب کوئی بھی بغیر باپ کے نہیں اور سنت اللہ یہی نظر آتی ہے تو پھر حیرت سے یوں پوچھنا چاہئے تھا۔ کہ کیا مسیح کا باپ کوئی نہ تھا؟ جو کہے کہ باپ نہ تھا۔ اس کا فرض ہے کہ ایسی خارق عادت اور سنت اللہ کے خلاف بات کا وہ ثبوت دے۔ ورنہ ہم مجبور ہیں کہ اسکی دعوت کو رد کریں ..... اگر کوئی عورت حاملہ پائی جائیگی تو ہم مجبور ہیں کہ یہ سمجھیں کہ اس کا کوئی شوہر تھا جس سے اسکو حمل ہوا۔ کیونکہ بغیر مرد کے حاملہ نہیں ہوسکتی اور اگر ہمیں یہ بتا بھی دیا جائے کہ وہ بڑی نیک ہے۔ مگر شوہر نہیں کہتی اور حاملہ ہے۔ تو بھی باوجود اسکی نیکی کے ادعا کے ہم کبھی نہیں مان سکتے۔ کہ وہ بغیر کسی مرد کے حاملہ ہوئی ہے۔ خواہ وہ عورت کتنی ہی پارسا اور صاحب عفت و عصمت ہو اور خواہ وہ بیت المقدس یا کعبہ کے اندر ہی رہتی ہو۔ وہ لاکھ دفعہ کہے کہ میں بغیر مرد کے حاملہ ہوئی ہوں مگر ہم اسے جھوٹا ہی سمجھینگے۔ اور جو یہ کہتا ہے کہ اس کا شوہر کوئی نہیں وہ عرف عام میں اس کی عزت پر حملہ کرنے والا ٹھہرے گا"

معزز ناظرین! خدارا ان دونوں حوالوں کو نہایت صاف دلی اور غور سے مطالعہ کریں۔ کہ کس طرح بے ادبی اور گستاخی سے ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا یہ سارا مضمون حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نہ صرف لفظ لفظ کی تردید ہی کر رہا ہے۔ بلکہ حضرت مریم صدیقہ جیسی مقدس عورت کو جھوٹا قرار دیتا ہے۔ اور ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت مریم کی عزت پر حملہ کرنے والا بتاتا ہے۔ کیونکہ مسیح موعودؑ ہی محولہ بالا عبارت میں نہایت وضاحت سے فرما چکے ہیں۔ کہ "حضرت مریمؑ کو حمل قبل از نکاح اور بغیر شوہر کے ہوا تھا" اب نتیجہ صاف ہے۔ کہ یہ سارے کا سارا مضمون جو مسیح بابا پر ڈاکٹر صاحب کی قلم سے نکلا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقاید دلائل اور ایمان اور عرفان اور قرآن پر خطرناک حملہ ہے اور حضرت مریم صدیقہ کی ذات پر جھوٹ جیسے گندے فعل کا الزام یہودیانہ تقلید ہے۔ بلکہ در پردہ یہ کہکر کہ شوہر کے بغیر حمل ناممکن ہے۔ اور قبل از نکاح حاملہ ہو جانے والی عورت کو جھوٹا قرار دیکر حضرت مریم صدیقہ پر نعوذ باللہ زنا کا الزام لگایا گیا ہے۔ جو علے مریم بہتانا عظیما کا پورا مصداق ہے۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

اس طرز کا نام تحقیق حق رکھا جاتا ہے۔ مکرم ڈاکٹر صاحب خدا سے ڈریں۔ سلسلہ حالیہ حقہ کی مخالفت نے آپ کو کہاں سے کہاں پھینکا ہے۔

آپ نے اس لاطائل مضمون میں ادھر اُدھر کی بے تعلق آیات کو بطور دلیل پیش کر کے صرف یہی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ باپ ہونا چاہئے۔ مگر آپ کو اتنی سوجھ نہیں آئی۔ کہ قرآن کریم تو چاہئے کے مرتبہ تک نہیں رہنے دیتا۔ بلکہ "ہے" کے قیام تک پہنچا دیتا ہے۔ اس قادر الکلام اور عالم الغیب ہستی پر یہ ایک قسم کا سخت الزام ہے کہ وہ بجائے اس کے آپ جیسے آئندہ آنے والے سبوت محققین کو اتنے طول طویل سر دردی میں مبتلا ہوں۔ اس سوال کا جواب دو حرفہ دے دیتا۔ کہ اس کا باپ فلاں ہے۔ یا باپ ہے۔ یا کم از کم اس مسیح وقت کے ذریعہ اس اہم مسئلہ کا فیصلہ کرا دیتا۔ مگر ہوا تو یہ کہ وہ مسیح بھی تو یہی اعتقاد رکھنے لگا۔

بہر حال اگرچہ مجھے حق ہے کہ حضرت مسیح موعود کی محولہ بالا عبارت کی تائید میں میں بھی کچھ لکھوں۔ مگر فی الحال طوالت کے خوف سے اس پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب موصوف سے شاید یہ سہواً یا نادانستگی میں لکھا گیا ہو۔ اور یہ عبارت اور ہمچو قسم اور عبارات ڈاکٹر صاحب کی نظر سے نہ گذری ہوں۔ جو انجام آتھم۔ جنگ مقدس۔ الہدیٰ۔ حقیقۃ الوحی۔ براہین احمدیہ پنجم وغیرہ میں بیسیوں جگہ مختلف پیرائوں میں مسیح کے بن باپ ماننے کو شد و مد سے بیان فرمایا ہے۔ اسلئے حسن ظنی کی بنا پر ایک موقعہ ڈاکٹر صاحب موصوف کو دیتا ہوں۔ کہ وہ اپنے کئے پر نظر ثانی کر کے رجوع الی الحق کر لیں۔

اظہار اختلاف بری چیز نہیں۔ مگر طریق اظہار ایسا اختیار کریں کہ جس سے کسی بزرگ پر حملہ نہ ہو۔ جسطرح اس مضمون میں ڈاکٹر صاحب نے ایک طرف حضرت مریمؑ پر حملہ کیا ہے تو دوسری طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر گستاخانہ حملہ کرتے ہوئے بیباکانہ تکذیب کی ہے۔

خاکسار فخر الدین۔ ملتانی۔ ۲۱/۱۰/۳۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

"فاروق"

قادیان دارالامان مورخہ ۲۸۔ اکتوبر ۱۹۲۸ء

خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی دعا

"۲۵۔ جون عصر کے درس کے بعد فرمایا میں تو ایسا سخت بیمار ہو گیا تھا۔ کہ پھر اس مقام پر کھڑے ہو کر درس دینے کی امید نہ تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھ پر خاص فضل کیا جو یہ توفیق عطا فرمائی اس بیماری میں میری ایسی حالت ہو گئی کہ میں نے سمجھا کہ اب خاتمہ ہے۔ اُس وقت میں نے ایک دعا کی جو میں سمجھتا ہوں کہ قبول ہو گئی۔ تم لوگ بھی اگر چاہو تو اپنی اپنی جگہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر حمد و استغفار کے بعد یہ دعا مانگو۔ میں نے یوں کی کہ اوّل دو رکعت نماز پڑھی پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورہ والضحیٰ پڑھی اور دوسری رکعت میں الم نشرح یہ ایک تفاؤل تھا پھر میں نے ان الفاظ میں حمد الٰہی کی لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم۔ لا الہ الا اللہ رب العرش العظیم۔ لا الہ الا اللہ رب السموات والارض ورب العرش الکریم۔ پھر میں نے استغفار کیا اسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمۃ من کل بر والسلامۃ من کل اثم لا تدع لی ذنبا الا غفرتہ ولا ہما الا فرجتہ ولا حاجۃ ھی لک رضا الا قضیتہا یا ارحم الراحمین۔ بعد اس کے میں نے دعا کی الٰہی اسلام پر بڑا تیر چل رہا ہے۔ مسلمان اوّل تو سست دوسرا دین سے بیخبر تیرے قرآن سے بیخبر۔ رسول کریم کی سوانحعمری سے مولا یہ بیخبر۔ اس لئے دشمن انکو کھانے لگ گئے۔ تو ان میں ایک آدمی ایسا پیدا کر جس میں قوت جذب (دوسرے کو بلانیکی) ہو۔ قوت جاذبہ کے علاوہ پھر وہ کاہل و سست نہ ہو۔ ہمت بلند رکھتا ہو۔ باوجود قوت جاذبہ و ہمت بلند کے پھر وہ کمال استقلال رکھتا ہو۔ پھر بڑی دعائیں کرنے والا ہو۔ تیری تمام رضاؤں کو اُس نے پورا کیا ہو قرآن مجید اور صحیح احادیث سے باخبر ہو۔ پھر اُسکو ایک جماعت بخش اور وہ جماعت ایسی ہو۔ جو نفاق سے پاک ہو۔ ان میں تباغض نہ ہو۔ ان جماعت کے لوگوں میں بھی جذب ہو ہمت بلند ہو استقلال ہو۔ وہ بھی قرآن اور احادیث کے واقف ہوں اور اس پر کاربند ہوں۔ الٰہی تیری ذات پاک سے مقدر ہیں۔ پس ابتلاؤں میں انکو ثبات عطا فرما۔ ابتلا ایسے ہوں کہ ما لا طاقۃ لنا نہ ہوں۔ اس شخص اور اس جماعت کی اولاد کو بھی ایسی ہی ترقی دے۔

مجھے یہ ہوا آ رہی ہے کہ میری دعا قبول ہوئی۔ تم بھی اس دعا میں بہت زور لگاؤ۔ تا انصار اللہ اور حق کے مؤید بنجاؤ"

الفضل ۲ر جولائی ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۱

قبولیت دعا کی ہوا

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کا یہ فقرہ کہ مجھے یہ ہوا آ رہی ہے کہ میری دعا قبول ہو گئی" ان لوگوں پر کامل حجت ہے جو حضرتؓ کو راستباز مستجاب الدعوات یقین کرتے ہیں ماسوا اس کے مشاہدہ ایک ایسی بیّن شہادت ہے جس سے انکار کرنیوالا اپنی جہالت اور نادانی پر خود مہر کر دیتا ہے۔

میرے خیال میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے حالات اس دعا کی قبولیت کے ایسے صحیح مصداق ہیں۔ کہ اگر قبل از وقت یہ دعا اخبار میں شائع نہ ہو گئی ہوتی تو عوام کیلئے شک کرنیکی گنجایش تھی۔ کہ موجودہ حالات کے مطابق دعا کے الفاظ بعد میں تجویز کر لئے گئے ہیں۔ اور اسی لئے میرا ایمان ہے کہ یہ دعا حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کو خدا وند تعالیٰ عالم الغیب کیطرف سے القا کیگئی تھی۔ تب ہی تو لفظ بلفظ پوری ہوئی ہے۔ حضرت مولانا مرحوم و مغفور نے اپنی متذکرہ الصدر دعا میں اپنے جانشین کیلئے جن صفات کا وارث ہونا حضرت رب العزت سے استدعا کیا ہے وہ تمام و کمال صفات حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے وجود باوجود میں موجود ہیں۔

(۱) **قوت جاذبہ**۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا پتہ تو آئے دن اخبار الفضل میں درج شدہ نئے مبائعین کی فہرست سے ظاہر ہے۔ باوجودیکہ مخالفین سلسلہ اور نیز مولوی محمد علی صاحب بمعہ اپنے رفقائے ایڑی چوٹی تک زور لگاتے رہتے ہیں کہ قادیانی جماعت میں کوئی شخص داخل نہ ہو۔ کیونکہ امام جماعت قادیان تمام مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ پھر سال میں ہزارہا کی تعداد میں نئے احباب سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو کر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی بیعت حاصل کرنیکا شرف حاصل کرتے ہیں۔ اس کا نام ہے قوت جاذبہ۔

کیا اس سے بڑھ کر قوت جذب کی مثال مولوی محمد علی صاحب یا انکے رفقا پیش کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

(۲) حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے استقلال اور بلند ہمتی کا وہ عالم ہے کہ دشمن کو بھی اقرار ہے کہ یہ شخص ایک انچہ کا ہزارواں حصہ بھی اپنے مقام سے پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔

(۳) علم قرآن مجید اور احادیث کے متعلق بھی کچھ میرے بیان کرنیکی ضرورت نہیں موافق و مخالف اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کا ہر علم میں ماہر ہونا موہبت الٰہی ہے۔ باقی تمام صفات بھی علیٰ ہذا القیاس حضرت خلیفۃ المسیح ثانی میں کامل طور پر موجود ہیں۔ نہایت ممتاز اور ممیز نشان جو حضرت مولانا مرحوم و مغفور کی دعا میں مندرج ہے اس جانشین کو ایک ایسی جماعت کا عطا ہونا ہے۔ جو صفات مطلوبہ دعا میں بہمہ وجوہ متصف ہو۔ سو بفضلہ تعالیٰ جب ہم حضرت خلیفۃ المسیح کے ارکین اصحاب پر نظر ڈالتے ہیں تو انکا ہر فرد اُن صفات میں ممتاز نظر آتا ہے۔ جو دعا میں مانگی گئی ہیں۔

آپ کی جماعت کے استقلال اور بلند ہمتی کا نظارہ ہر ایک کی جانی و مالی قربانی سے ظاہر ہے۔

بالمقابل اس کے ذرا غیر مبائعین اصحاب کی کمالیت پر بھی نظر ڈالنی چاہیئے۔ عجیب بات یہ ہے کہ ان میں ایک بھی ایسا نہیں کہ صفات مطلوبہ دعا میں بہمہ وجوہ متصف ہو۔

مثلاً حضرت مولانا مرشدنا کی دعا میں پہلی خوبی جو اپنے جانشین کیلئے رب العزت سے مانگی گئی وہ قوت جاذبہ ہے سو خیر سے بعد وفات حضرت مرحوم و مغفور کے اصحاب پیغام صلح کا پہلا قدم ہی قوت جاذبہ کے برخلاف اُٹھا بجائے جاذب ہونے کے لالچ دنیا کے مجذوب ہو گئے۔ غیر احمدیوں کو اپنے میں جذب کرنے کی بجائے ان میں جذب ہونے شروع ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایسا ہی باقی صفات کا حال ہے۔ اور دیگر صفات کا تو کیا ذکر ہے۔ ان کے ارکین اصحاب میں بہت ہی تھوڑے ہیں۔ جو قرآن مجید کا ایک رکوع بھی صحیح تلاوت کر سکیں۔ ؎

کافی ہے مانند کو اگر اہل کوئی ہو

نہرو رپورٹ کے حامی ظفر علی خاں کی دہلی میں ناکامی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مکّار بھی ہوئے ہیں جہاں میں ظفر نصیب؟
آیا ہی چاہتا ہے پھر ادبار دیکھئے۔

(۱)

مہاشہ اُلی زفر خانچند کی جامع مسجد دہلی میں عزّت افزائی

اے مسلمانوں کے دشمن! تیرا حاصل ہے یہی
عاشقی میں امتحانِ حق و باطل ہے یہی

(۲)

جامع مسجد دہلی میں ہاجی خان اُلی زفر کی ٹانگ پکڑ کر کھینچ لی اور اُنکے ایک جوتہ رسید کیا

گئے تھے مسجد میں وعظ کہنے کہ اہل مسجد نے مار جوتے
خدا کے گھر میں ہی ٹانگ کھینچی۔ الٰہی توبہ الٰہی توبہ

(۳)

دہلی جلسہ میں دہ کامکّار و پنڈت اُلی زفر کو جامع مسجد سے باہر نکالا گیا

نکلنا خُلد سے آدم کا سُنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہو کر تری مسجد سے ہم نکلے

(۴)

کمپنی باغ کے جلسہ میں لالہ زفر اُلی داس کی آہ و زاری اور اُس سے مسلمانوں کی بیزاری

نہیں سنتا کوئی "نقاش" کی اب آہ و زاری کو
گلہ اُس کا زبانِ خلق سے پیہم نکلتا ہے۔

(۵)

چار جانب سے آوازیں کہ اِکو ہٹاؤ ورنہ وہی لت جو ہوئی تھی

ابھی کیا ہے کہ میدانِ قیامت دیکھنا ہوگا،
بھرے جلسے میں یہ ذلّت تری کچھ اور کہتی ہے

(۷)

کرم آ! دمی شرما کا ندامت سے لیکچر بند کر کے پیچھے ہٹ کر خاموش کھڑے ہو جانا اور کہنا

بھول کر راہ چلے آئے ہیں للہ بخشو،
ہم خطا وار۔ گنہگار چلے جاتے ہیں

(۸)

"نقاش" ہندوؤں سے روپیہ لیکر مسلمانوں کو تباہ کرنے پر آمادہ ہو رہا ہے

کھا کر ڈکار بھی نہیں لی جس نے آج تک
"برلا" کا اُس کے پیٹ پہ زنّار دیکھئے

(۹)

اخبار "زمیندار" کے حرماں نصیب "نقاش" کی شان میں حیا سوز گستاخیاں کرنا اور کہنا

تمہاری بدمزاجی سے ہمیں کیونکر نہ خوف آئے
مثل مشہور ہے صاحب بُرے سے سب ہی ڈرتے ہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلسۂ دہلی کی کہانی اخباروں کی زبانی

دہلی کا اخبار "تیج" حاجی ظفر علی خاں کی مندرجہ صدر عزت افزائی کا واقعہ لکھتا ہوا مسلمانان و امام صاحب جامع مسجد دہلی پر بہت غیظ و غضب میں آتا ہے۔ کہ انہوں نے ہندوؤں کے قوتِ بازو پنڈت "نقاش" شرما مہاراج کو نہ صرف تقریر کرنے سے ہی روکا۔ بلکہ نہایت حیا سوز گستاخیاں کرکے "شرما جی" کی شان کو بگاڑا۔ نہیں! نہیں!! اس سے بھی بڑھ کر "نقاش" مہاراج کو جبکہ وہ تقریر کرنے کے لئے جامع مسجد دہلی میں کھڑے ہوئے۔ "تو آپ ابھی قرآن شریف کی آیت ہی پڑھ رہے تھے۔ کہ ایک شرارت پسند شخص نے اُنکی ٹانگ کھینچ لی اور اُن کے ایک جوتہ رسید کیا۔ پھر کیا تھا دھکا مکی شروع ہوگئی۔ نہایت شرمناک اور خلاف تہذیب منظر تھا۔ مولانا ظفر علی خاں کو خدا خدا کرکے جامع مسجد سے باہر پہنچایا گیا۔ ایسی گڑبڑ مچی کہ بہت سے مسلمان جوتیاں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ (اس کے بعد)

امام جامع مسجد اور مولانا مظہر الدین نے ایک نہایت اشتعال انگیز تقریر کی۔ اور کہا کہ یہ ظفر علی مسلمانوں کا دشمن ہے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے اس وقت جس قدر لیڈر یہاں تھے۔ سب ہندوؤں سے ملے ہوئے تھے۔ انکو تو نہرو رپورٹ نے اس قدر غافل کر دیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے حقوق کو پامال کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے بعد امام جامع مسجد نے کہا۔ کہ نہرو رپورٹ کسی مسلمان کی رپورٹ نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک ہندو کی رپورٹ ہے۔ ہندو ہی نہیں بلکہ سنگھٹنی ہندو۔ شدھی کا کرنے والا ہندو۔ تم اس رپورٹ کو ہرگز ہرگز منظور مت کرو۔ یہ لوگ تم کو دھوکہ میں پھنسانا چاہتے ہیں۔ (کسی نے کہا) ڈاکٹر انصاری ہندوؤں کے ساتھ مسلمانوں کو ملانے آیا تھا۔ اس نے کوٹھی بنوائی ہے اس میں کچھ گھاٹا ہوگیا ہے۔ اس واسطے چندہ وصول کرنا چاہتا ہے۔ اس نے ہندوؤں سے تو روپیہ لے ہی لیا ہے۔ اور ظفر علی نے ہندوؤں سے پچاس ہزار روپیہ لیا ہے" تیج ۱۵ اکتوبر

یہ ہے جلسہ دہلی کی اس رپورٹ کا خلاصہ جو ہمارے "نقاش" کے مداحوں اور موکلوں کے "اخبار تیج" ۱۵ اکتوبر میں شائع ہوا ہے جس میں اس بات کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ کہ لالہ "نقاش" کی ذلت و رسوائی کرنے والا کوئی لفظ نہ لکھا جائے۔ اسلئے دو ٹانگوں کی ایک ٹانگ بنا کر اور کئی جوتوں کا ایک جوتہ بنا کر اپنے وکیل کی پردہ پوشی کردی ہے۔ ورنہ دراصل کرم آبادی شرما" کی جو درگت ہوئی ہے۔ وہ اس کا دل ہی جانتا ہے یا جنہوں نے یہ نظارہ دیکھا ہے۔ وہی اسکی قدر کچھ سمجھتے ہیں اور بات بھی یہ سچ ہے۔ کہ ؎

جسپہ بیتی ہو یہ وہی جانے
کوئی بیدرد اسکو کیا جانے

ہمیں اس واقعہ عزت افزا سے سخت صدمہ ہوا اور ہم حاجی ظفر خان الی اور اُنکے متعلقین خصوصاً قاضی "رتل بوق" مدیر زمیندار سے بھی اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔ کیونکہ ۱۶۔ اکتوبر کے زمیندار میں بھی "رئیس الاشرار" کے نمکخوار مخفی مدیر زمیندار نے نہایت افسردہ دلی سے اس خوشخبری کو بجائے "نکات" میں جگہ دینے کے دبے الفاظ میں اتنی خبر دی ہے کہ "حضرت ظفر الملت والدین" کو دہلی کے مسلمانوں نے ناگوار طریقہ سے خطاب کیا اور غیر مہذب طریقہ سے پیش آئے۔

اگرچہ یہ دونوں باتیں "ناگوار طریقہ کا خطاب اور غیر مہذب طریقہ کا برتاؤ" حل طلب ہیں۔ کہ آپ کو لاہو بیٹے ہوئے زمیندار کے دفتر میں کیونکر پتہ لگا کہ ناگوار طریقہ سے خطاب کیا یا خوشگوار طرز سے جناب "حاجی" صاحب کا خیر مقدم ہوا۔ اور کس ذریعہ سے جناب "قاضی" صاحب بالقابہ نے جان لیا۔ کہ لوگ غیر مہذب طریقہ سے پیش آئے۔ ممکن ہے کہ اہل دہلی کے نزدیک وہی طریقہ جو انہوں نے برتا ایسے معزز مہمان کیلئے مہذب ہو۔ مگر پنجاب والے بوجہ رسم و رواج اور تمدن دہلی سے ناواقفیت کے اس کو غیر مہذب جانتے ہوں اسلئے آپ دو چار ان خطابوں کے الفاظ اور دو چار وہ امور جو غیر مہذب طریقہ سمجھے گئے ہیں۔ جب تک پیش نہ کریں کیونکر اندازہ ہوسکے۔ کہ واقعی ایسا ہی ہوا ہے۔ جیسا کہ قاضی صاحب مدیر زمیندار نے لکھا ہے۔ ہاں اگر ٹانگ گھسیٹ کر صرف جوتے مارنے کی دعوت دی گئی ہے۔ تو ہمارے خیال میں جناب "نقاش" کی شان کے خلاف کیا گیا ہے۔ انکی تو شان اس سے بدرجہا بالا ہے۔ کراچی وغیرہ کے واقعات اور گذشتہ ماہ میں خود لاہور ہی کے انعامات سے بڑھکر اہل دہلی نے آپ کی کوئی تواضع نہیں کی۔ اس لئے یہ جو کچھ ہوا "نقاش" کی شان کے مطابق نہ تھا۔ کیونکہ دہلی پہنچکر بھی اگر چندہ میں ایک جوتہ ہی رسید ہوا۔ تو کیا ہوا اور وہ بھی خدا جانے پرانا تھا یا نیا

تحقیق طلب امور

بہرحال چند امور ضروری دریافت طلب ہیں کہ وہ جوتہ جو جناب "نقاش" کی نذر ہوا سلیم شاہی تھا یا سلیپر۔ فل بوٹ تھا یا کمرزن شوز۔ نوکدار تھا۔ یا پوٹھواری۔ پشاوری چپلی تھی یا دہلوی صلی۔ پھر یہ بھی تحقیق طلب ہے کہ وہ جوتہ دہن کشادہ پر لگایا۔ یا روئے زیبا پر سجایا۔ یا پشت خمیدہ پر جمایا یا ٹانگ کشیدہ پر لگایا۔ یا لنگ بریدہ پر بٹھایا۔ یا سر سفید کی زینت ہوا۔ نیز یہ بھی معلوم ہونا چاہئے۔ کہ جوتہ رسید کرنے والا ہی ٹانگ کشندہ تھا۔ یا یہ خدمت کسی دوسرے نے انجام دی۔ پھر یہ بھی بتانا چاہئے۔ کہ ایک جوتہ کیوں رسید ہوا۔ اور ایک ہی ٹانگ کیوں کشید ہوئی۔ جبکہ دو ٹانگوں والا زیر علاج تھا۔ اس لئے جوتہ کا بھی جوڑا ہونا چاہئے تھا۔ نہ کہ ایک جوتہ۔ یا شاید ایسا ہوا ہو۔ چونکہ ایک ہی ٹانگ کو ہلایا۔ اس لئے دوسرا جوتہ نہ آیا۔ اور اس کا بھی اظہار کیا جائے۔ کہ اُس جوتہ رسید کرنے والے اور ٹانگ کشید کرنیوالے کو اس خدمت کے صلہ میں کچھ معاوضہ ملا یا نہیں؟ اور وہ داعیان جلسہ کا گگا تھا۔ یا مدعوین کا آوردہ جب تک یہ سب امور معرض بیان میں نہ آجائیں۔ اُسوقت تک اہل دہلی کے ذمہ کسی "غیر مہذب طریقہ" سے سلوک کا الزام لگانا بعید از انصاف ہے۔ جائے رسید جوتہ اور نوعیت جوتہ وغیرہ مندرجہ بالا امور کے واضح ہوجانے پر اس طریق اور حسن کار گذاری کے متعلق "مہذب" یا "غیر مہذب" کا فیصلہ ہوسکتا ہے۔ محض "تیج" کے بیان پر یقین کرکے دہلی والوں کو بدنام کرنا مناسب نہیں۔ لہذا جناب "قاضی رتل بوق" مدیر زمیندار خود تحقیقات کرکے صحیح حالات سے اطلاع دیں تاکہ باضابطہ چارہ جوئی کیجائے۔ اور بہتر ہوگا کہ خود عالیجناب "حاجی ظفر الی" کا ہی بیان باقرار صالح لکھ کر شائع کردیا جائے جو بحیثیت مستغیث نہ ہو۔ بلکہ شاہد نہ ہو۔ پھر اس پر غور کیا جائیگا کہ کیا کیا جائے۔ مگر "نقاش" کو یاد رہے ؎

آپ کا حال گذشتہ میں کہونگا ٹھیک ٹھیک
یاد ہے مجھ کو یہ افسانہ کہیں سے پوچھئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

امرتسری رندکی پارسائی

ہمارے دستِ نگر میاں ثناء اللہ امرتسری سے ناظرین فاروق بخوبی واقف ہیں۔ امرتسری منکر اپنی تعریف میں کہا کرتا ہے۔ کہ ؎ رند بھی ہوں میں پارسا بھی ہوں اور اس تعریف کے مطابق وہ اپنے خیالات کا اظہار بھی کرتا رہتا ہے۔ جیسا کہ اکتوبر کے اہلحدیث میں رندانہ مضمون لکھتے ہوئے اپنی پارسائی کا نمونہ اس طرح دکھایا ہے۔ کہ فاروق ۲۰ ستمبر میں جو ایک مضمون "خسر داماد کی آویزش" کے عنوان سے امیر پیغام لاہور اور ان کے مرید ڈاکٹر بشارت احمد کی تنبیہ کیلئے مولوی محمد علی کے حیا سوز حملہ کے جواب میں شائع کیا گیا تھا۔ اُسمیں سے اپنے متمرہ دستور کے ماتحت ایک ٹکڑا نقل کر کے ازراہ شرارت لکھتا ہے۔ کہ

"کون شخص ہے۔ جو مذہبی اختلاف رائے میں اپنے مذہبی برادر کے حق میں ایسی حیا سوز باتیں لکھے اور سمجھے کہ میں اپنے مذہب کی خدمت کرتا ہوں"۔

اس مکاری اور عیاری کی دلداری کے بعد "پھپھے کٹنی" بن کر کہتا ہے۔ کہ

"مولوی محمد علی صاحب سے ہمیں اس مظلومی میں ہمدردی ہے۔ مگر ساتھ ہی اس کے ہم کہتے ہیں ؎ درغفولند تیست کہ در انتقام نیست"۔

اب میں اس پارسا کے مجسمہ سے پوچھتا ہوں کہ جس روز مولوی محمد علی نے "پیغام" میں "پردہ پر میرے خیالات" کے عنوان سے مضمون لکھتے ہوئے اپنی فتنہ زا قلم سے نفسانی جوش میں آکر انسانیت کو بھی دور پھینکدیا تھا۔ اور نہایت غیظ و غضب کی حالت میں شرافت و تہذیب کو خیرباد کہکر افترا و بہتان بندی کی غلاظت سے پُر نہ صرف امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ کی ذات پر بلکہ تمام جماعت احمدیہ کی سینکڑوں معصوم اور باعفت خواتین پر یہ ایک ناقابل معافی حیا سوز حملہ کیا تھا۔ کہ

"[illegible]
غیر محرم مرد کے سامنے منہ کھلا رکھنا قرآن کریم کے خلاف ہے۔ اور گھر کے اندر اس بات سے بھی شرم نہ کی جائے۔ کہ بیسیوں اور سینکڑوں مرید نیاں کھلے منہ ہی نہیں اپنے محاسن کو ظاہر کئے ہوئے پیر صاحب کے ارد گرد پھر رہی ہوں اور پیر صاحب اُن میں بیٹھ کر خوش ہوں۔ بلکہ اُنکے ہنسنے کھیلنے میں بھی شرم نہ کریں۔ کیا انکی حالت پر یہ شعر نہ پڑھا جائے۔ ؎ چوں بخلوت میروند آں کار دیگر میکنند" پیغام ۲۱۔ جولائی ۲۸ء

اُس روز امرتسری رند کی رگِ ہمدردی کیوں نہ پھڑکی۔ کیا محض اسلئے کہ وہ برادرِ شغال کا قیل و قال تھا۔ اور فاروق میں اس کے حریف اور محسن کا مقال۔ اگر امرت سری رند میں پارسائی ہوتی۔ تو پیغام کو پڑھکر بمقتضائے پارسائی مولوی محمد علی کے سر ہو جاتا کہ یہ کونسی شرافت یا امارت کا مظاہرہ ہے۔ کہ آپ نے اندر ہے ہو کر تمام پاک و باعصمت مستورات پر بلا وجہ اور بمحل اس قدر گندگی اچھالی کہ افلاسین کی حد تک پہنچکر آپ کو اس سزا کا مستحق قرار دیگئی کہ لا تقبل لہم شہادۃ ابدا کے مستوجب ہو گئے۔ فاروق نے تو جو کچھ لکھا تھا۔ بطور ڈیفنس کے جواب میں لکھا تھا۔ اور احساس کرانے کے لئے نہ کہ کسی پر الزام لگانے کی نیت سے اس سے معلوم ہو گیا۔ کہ آپ بڑے رند ہیں۔ اور پارسائی کا نام و نشان بھی آپ میں موجود نہیں۔ ؎

من خوب می شناسم رندان پارسارا

ڈاکٹر بشارت احمد کی آوزاری

خدمت واعظین جائیں بھاڑ میں پیر مغاں
آدمی دونوں نے بھیجا ہے بُلانے کیلئے

میاں ثناء اللہ امرتسری کے بعد "امیر ایدہ اللہ" کے خسر ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے "پیغام" مورخہ ۱۲۔ اکتوبر میں نہایت درد ناک پیرایہ میں اس ضرب اندفاعی کی شکایت کی ہے۔ "جو خسر و داماد کی آویزش" کے عنوان سے فاروق کے خاص نمبر "سیویاں" میں پردہ پر داماد و خسر کے خیالات ظاہر کئے گئے تھے۔ اس دفعہ ڈاکٹر صاحب طویل نویسی سے باز رہکر مختصر گریہ و بکا کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ آپ اپنے داماد کے ساتھ مصالحت و اتحاد جتلاتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ میری معقول اور قابل غور تحریر پر بجائے معقولیت سے گفتگو کرنے کے (غنیمت ہے کہ آپ کو بھی آج معقولیت سے بات کرنے کی سمجھ تو آگئی ؎)

"الفاروق اخبار قادیان نے بموجب اپنی شوخی سے فاروق کو الفاروق لکھا ہے۔ ایڈیٹر) مجھ پر اور حضرت مولانا محمد علی صاحب پر جس گندہ دہنی اور بہتان تراشی سے حملہ کیا ہے۔ اس پر شرافت اور انسانیت (باستثناء خسر و داماد فاروق) خون کے آنسو بہاتی ہے۔ میں سوائے اس کے کیا کہوں کہ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آخر ایکدن مرنا ہے اور خدا کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔ اور الحمد للہ کہ اس دن عدالت کے تخت پر وہ مالک یوم الدین خود ہوگا۔ اور وہاں کسی فرضی پیر یا خلیفہ (یا مصنوعی امیر ایدہ اللہ) کی سفارش اور مداخلت کام نہ آئے گی۔ پس میں اسی عالی دربار میں اپنے اس درد کا دردخواہ ہوں۔ انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ۔ اخلاق اور مذہب کے نام سے اسی گندہ دہانی اور بہتان تراشی کا اگر سلسلہ جاری رہا۔ تو مذہب کا جنازہ نکل جانا یقینی ہے" پیغام صفحہ (۱۱)

پیارے ناظرین! آپنے اُس آتشیں دہن ڈاکٹر کا اس طرح داد خواہ ہونا ملاحظہ فرمالیا۔ یہ اس شخص کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے ہیں جو بیخبر افترا پردازی اور زبان درازی کے کوئی راگ ہی الاپنا نہیں جانتا تھا۔ جس کی ہر سطر میں سوائے طعن و تشنیع اور بے سُری راگنی کے اور کچھ ہوتا ہی نہ تھا۔ آج اس کو ہوش آیا اور کچھ حواس درست ہوئے۔ اور احساس ہوا کہ حریف کے ہاتھ میں بھی خدا کے فضل سے زوردار قلم ہے۔ وہ بھی لکھنا جانتے ہیں۔ اور ایسا جانتے ہیں۔ کہ دشمن کے چھکے چھڑا دیتے ہیں۔

اسی لئے خاکسار ایڈیٹر "فاروق" نے میدان کارزار میں نکلنے سے پہلے "پیغام جنگ" کے ولایتی ایڈیٹر مسٹر دوست محمد کو ناصحانہ نوٹس بذریعہ فاروق مورخہ ۶ اگست بالفاظ ذیل دیدیا تھا کہ

"آپ کے امیر اور اُنکے خسر ڈاکٹر بشارت احمد صاحب بھی آجکل زدوں پر نظر آتے ہیں۔ اسلئے آپ اگر اُنکی عزت چاہتے ہیں تو اُن کے اشتعال انگیز مضامین اصلاح کر کے درج کیا کریں کیونکہ اُنکا آپ کے دل میں اُتنا ہی درجہ اور وقار ہے جتنا کہ آریوں کے دلوں میں دیانند اور لیکھرام کا۔ لیکن ہمارے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دل و دماغ روح و ریشہ میں جو وقار جو احترام جو پایہ جو شان جو عزت حضرت اولوالعزم فضل عمر میرزا البشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ الصمد کی ہے۔ وہ ایک سیکنڈ کیلئے بھی گوارا نہیں کر سکتی کہ آپ کے (پیغامی) اصحاب غیر مہذبانہ اور گستاخانہ لہجہ اختیار کر کے ہمارے دلوں کو دکھائیں اور ہم قرآن مجید کی تعلیم پر عمل نہ کریں۔ جو جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا کی دیگئی ہے۔ ہم انجیل کے پیرو نہیں ہیں کہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری بھی آپ کے سامنے پیش کر دیں۔ ہم نے بہت برداشت کیا۔ بہت تحمل اور بردباری سے کام لیا۔ لیکن چونکہ اب آب از سر گذشت والا معاملہ ہو رہا ہے۔ اس لئے ہم غیرت ایمانی کے خلاف سمجھتے ہیں کہ آپ کی گالیاں سنتے ہی جائیں۔ اور جنبش نہ کھائیں۔ پس آپ اُن کے مضامین سوچ سمجھکر درج فرمایا کریں۔"

صرف یہی نصیحت نہیں کی تھی۔ بلکہ کھول کر صاف لفظوں میں لکھ دیا تھا کہ "اگر آپ نے شرافت و تہذیب سے جماعت احمدیہ اور ہمارے مقدس امام حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی شان میں مضامین نہ لکھے تو ؎

آں نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من۔ والا مضمون آپ دیکھ لیں گے۔ میں نہیں چاہتا کہ حد اعتدال سے آپ بڑھتے جائیں اور ہماری خاموشی سے ناجائز فائدہ اٹھائیں انشاء اللہ اس کے فضل و کرم اور اس خداداد قابلیت اور توفیق سے ہمارے ہاتھ میں بھی قلم ہے۔ کلہ بکلا اور مشت بمشت جواب دینے کیلئے آپ کا خدمتگذار طیار ہے پھر بعد میں شکایت نہ ہو نہ ہائے وائے چیخ و پکار۔"

فاروق ۱۷ اگست ۱۹۲۵ء

پیغام کے ایڈیٹر نے ہمارے اس برمحل نوٹس پر توجہ نہ کی اور بدستور خسر و داماد کے شر آمیز اور اشتعال انگیز مضامین شائع کرتا رہا۔ جسکی وجہ سے مجبوراً "فاروق" نے بھی قلم اُٹھایا۔ اور ڈیفنسیو نہ کہ اُفنسیو مضامین لکھ کر پیغام کو گھر تک پہنچایا۔ کاش اگر دوست محمد ایڈیٹر بے بس تھا تو خود داماد و خسر ہی اپنے عواقب کو سمجھ لیتے۔ اور ایسے دل آزار طریق کو چھوڑ دیتے جس کے خمیازہ میں آج گڑگڑانا اور آنسو بہانے پڑ رہے ہیں۔

اس مختصر اظہار کے بعد میں خسر صاحب سے پوچھتا ہوں کہ جناب والا! آپ اس روز کس خواب خرگوش میں تھے جبکہ جناب کے داماد "حضرت مولانا محمد علی صاحب" نے دیوانہ وار گندہ دہانی بہتان تراشی سے سیدنا فضل عمر ایدہ اللہ بنصرہ پر پردہ کے پردہ میں ایسا حملہ کیا تھا کہ جسپر شرافت اور انسانیت خون کے آنسو بہاتی تھی۔ اور نہ صرف حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ پر ہی اخلاق اور تہذیب سے گرا ہوا حملہ تھا۔ بلکہ سینکڑوں پاک دامن عفیفہ اور معصومہ باعصمت خواتین پر الذین یرمون المحصنات الآیۃ کی تفسیر جانتے ہوئے الٰہی وعید سے بے باک ہو کر کہدیا تھا۔ کہ **سینکڑوں مریدنیاں کھلے منہ اپنے محاسن کو ظاہر کئے ہوئے پیر صاحب کے ارد گرد پھرتی ہیں۔ اور پیر صاحب اُن سے ہنسنے اور کھیلنے میں بھی شرم نہیں کرتے۔"** اُس وقت آپ کو داماد پر انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھنا نہ یاد آیا۔ اور داماد کے اس کلام نافرجام کو پڑھ کر اس کا ایکدن مرنا اور خدا کے سامنے کھڑا ہونا بھول گیا تھا۔ نیکدل داماد کی اس خفیف الحرکتی کو دیکھ کر اس کے اخلاق اور اس کی شرافت پر ماتم کرنا نہ سوجھا تھا۔ اپنے "حضرت مولانا" کی اس دنائت کو ملاحظہ فرما کر اُسی دربار عالی میں داد خواہ ہونیکا آپ کو خیال نہ آیا تھا۔ اپنے "امیر ایدہ اللہ" کی اس گندہ دہانی اور بہتان تراشی پر انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ کی آیت ذہن سے اتر گئی تھی۔ اپنے محروم و ناکام داماد کے اس افک مبین کے اظہار پر مذہب کا جنازہ نکلنے کا یقین نہ آیا تھا؟ یہ سب کچھ آپ کو اُس وقت سوجھا۔ جب "فاروق" کی مدافعانہ ضرب شدید نے آپکو چونکایا تب ذرا جناب کو ہوش آیا۔ ورنہ ؎

تری نصلت کی چنگاری نے ظالم اک جہاں پھونکا
ادھر سلگی اُدھر سلگی یہاں پھونکا وہاں پھونکا

بہرحال ہمیں آپ سے اس داد خواہی میں ہمدردی ہے اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپکو آئندہ کف لسان کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ایسے روز بد سے بچائے جو آپکو آٹھ آٹھ آنسو رلائے مگر یہ تبھی ہوگا جبکہ آپ رو بصلاح ہو جائینگے ورنہ ؎

ستم ہی کئے جاؤ ہم بھی ہیں حاضر
ہمیں حوصلہ دیکھنا ہے کسیکا

قسط دوم

ریش بابا زمیندار

ایکہ گفت و گوئے تو مفہوم رمز با قل است
پیش ارباب بلاغت از فصاحت عاطل است
مطلع تو چند الفاظ است و مضمون ہیچ نیست
شعر بے معنی تو خالی ترلیلے المحمل است
نقش زیبا طرح کردن کار نقاشان بود،
نقش کلکت ہمچو نقش بوریا لاطائل است
نقش خود بنگر کہ پُر ماناست با شکل نفاس
طینت توزاں سبب سفلی و طبعت سافل است
بافتی با ماکُہ باطل چہ تار و پود نظم،
باطل اندر باطل اندر باطل اندر باطل است
شعر بافی دیگر است و بوریا بافی دِگر
شعر بافی مشکل اندر مشکل اندر مشکل است
فکر کن در بیت خود تکرار باطل باطل است
غور کن در شعر من تکرار مشکل مشکل است
در تغزل کوش چوں اقبال تا مقبول شوی
مدبر است آں کس کہ سوئے ہجو گوئی مائل است
بیگماں ہر حرف بدرد صدائے باز گشت
گر بر آید از لبے واپس بگوش قائل است
بد مگو کس را بترس از انقلاب روزگار
ہر سکافات عمل را چرخ گرداں کافل است
ریش بابا ریشخند اہل مجلس ساختن،
در خور ریش کسے باشد کہ او لایعقل است
ریش بابا یاد کردستی چو طفلے پیش مار
در جوابت حرف مادر حرف جامی داخل است
تلخ گوئی واگذار و حرف شیریں گوش کن
ورنہ میگردی ترش رو ایں پیام لیمل است

ریش بابا۔ صاحبی۔ خایۂ غلماں وغیرہ انگور کے اقسام ہیں۔

فکاہۃ

مولانا جامی کے سامنے ایک لڑکا اپنے وطن کے ریش بابا یا انگور کی تعریف کرنے لگا۔ مولانا نے ہنسکر جواب دیا کہ خایۂ غلماں از ریش بابا کے شما بہتر است

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک دہلوی مولوی کے چند اعتراضوں کا جواب

(از میر محمد اسحٰق صاحب مولوی فاضل قادیان)

ماہ ستمبر میں خاکسار چند روز کیلئے دہلی گیا ہوا تھا دوران قیام میں ایک روز نماز جمعہ کے بعد ایک مولوی صاحب مع چند طالب علموں کے تشریف لائے ان میں سے ایک مولوی محمد یونس صاحب نے اعجاز احمدی کے عربی قصیدہ کے بعض شعروں پر اعتراض کئے۔ جن کا جواب خاکسار نے دیا۔ اس زبانی تبادلہ خیالات کے بعد قرار پایا کہ بذریعہ تحریر مولوی صاحب اعتراض کریں گے۔ اور میں جواب دوں گا اس سمجھوتہ کے مطابق مولوی صاحب نے ایک خط لکھا جس کا جواب ذیل میں شائع کیا جاتا ہے۔

مکرمی مولوی محمد یونس صاحب! آپ کا خط ملا۔ دہلی میں جو گفتگو میری آپ سے ہوئی تھی وہ یہ تھی۔ کہ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شعر

فاوجس خیفۃ شرا لبعض رفقتی
لما عرفوا من خبث قوم تمردا

کے مصرع اوّل پر یہ اعتراض کیا تھا۔ کہ اگر خیفۃ کی تا کو مطابق نحو کے بسبب مفعول بہ ہونے کے منصوب پڑھیں۔ تو وزن ٹوٹتا ہے۔ اور اس طرح علم عروض کی رو سے شعر غلط ٹھہرتا ہے۔ اور اگر تا کو ساکن پڑھیں۔ تو وزن درست ہو جاتا ہے۔ اور عروض کی رو سے حضرت صاحب پر کوئی اعتراض نہیں رہتا۔ لیکن علم نحو کی رو سے اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ تا کو ساکن کرنیکی وجہ سے لفظ کا تلفظ خیفت بنجاتا ہے۔ اور چونکہ اصل لفظ خیفۃ اسم ہے۔ اور تا کو ساکن کرنے سے خیفت کی آواز دینے سے فعل بنجاویگا۔ اور فعل اور اسم بسبب کلمہ کی اقسام میں سے ہونے کے آپس میں ایکدوسرے کے قسیم ہیں۔ اور قسیم متغائر ہوتے ہیں۔ اس لئے اس وزن کی درستی سے یہ نتیجہ پیدا ہوگا۔ کہ اسم جو ضد ہے۔ فعل کی وہ فعل بنجاویگا۔ اس اعتراض کے جواب میں خاکسار نے دو باتیں عرض کی تھیں۔ اوّل تو یہ کہ آپ علم عروض سے یہ ثابت کریں۔ کہ وزن کو درست کرنے کے لئے یہ تغیر کہ ساکن کو متحرک اور متحرک کو ساکن کیا جاوے۔ یہ طریق غلط ہے یا یہ کہ اگر اس تحریک ساکن یا تسکین متحرک سے اسم بوزن فعل یا فعل بوزن اسم بن جاوے۔ تو یہ امر درست نہیں۔ جب تک آپ کوئی قاعدہ علم عروض سے پیش نہ کریں۔ تب تک آپ کا اس تغیر پر اعتراض کرنا مناسب نہیں۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا تھا۔ کہ یہ بیشک ممنوع ہے۔ کہ وزن کی درستی کیلئے فعل کو اسم اور اسم کو فعل بنایا جاوے۔ مگر جب حوالہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ کہ ایسی لغو باتیں علم عروض کی کتب میں نہیں ہیں۔ اس پر میں نے عرض کیا۔ کہ پھر آپ نے کیوں فرمایا تھا۔ کہ ایسا قاعدہ پایا جاتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے آپ کی خاطر مان لیا تھا۔ دوسرا جواب میں نے عرض کیا تھا۔ کہ یہ اعتراض قرآن مجید کی ایک مثال سے حل ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید میں لکھا ہے۔ فَنَسِیَ اس سے معلوم ہوا کہ اصل لفظ نَسِیَ ہے۔ جو فعل ہے۔ مگر وقف کرکے ی کو ساکن کر دیا گیا جس سے اس کا وزن فَعِلْ بنگیا۔ جو فعل کا وزن نہیں۔ مگر اسماء اس وزن پر آتے ہیں۔ پس جو اعتراض حضرت صاحب کے کلام پر تھا۔ وہ بعینہ کلام مجید پر بھی پڑتا ہے۔ کہ نَسِیَ میں ایسا تغیر کیا گیا ہے جس سے وہ وزن فعل سے نکلکر وزن اسماء میں چلا گیا اس پر اوّل تو آپ نے اس حوالہ سے انکار ہی کر دیا۔ مگر جب حافظ ملک محمد صاحب نے قرآن مجید سے حوالہ نکال کر دکھایا۔ تب مجبوراً آپ کو ماننا پڑا۔ پھر آپ دو باتیں فرمائیں جو مع جواب درج ذیل ہیں۔

(۱) پہلے آپ نے فرمایا کہ وقف کیوجہ سے ایسا ہوا ہے میں نے جواباً کہا کہ بیشک قرآن مجید میں وقف کیوجہ سے ایسا تغیر ہو گیا۔ کہ فعل اسم بن گیا۔ اور مرزا صاحب کے کلام میں وزن کی رعایت کیوجہ سے اسم کو فعل کی شکل دی گئی وجہ خواہ کوئی ہو۔ نتیجہ تو دونوں جگہ ایک ہی ہے۔ کہ اسم کو فعل کی اور فعل کو اسم کی شکل دیگئی۔ حالانکہ وہ دونوں متضاد ہیں۔ وجوہات کا تو سوال ہی نہیں۔ وجہ خواہ کوئی ہو۔ تغیر تو کلام مجید میں وہی ہوا۔ جو مرزا صاحب کے کلام میں ہے۔ اور آپ کا اعتراض تغیر پر ہے۔ نہ کہ وجہ تغیر پر۔

(۲) دوسری بات آپ نے یہ فرمائی تھی۔ مرزا صاحب کے کلام میں مضاف کو درمیان کلام میں ساکن کیا گیا۔ مگر قرآن مجید میں آخر میں وقف کیا گیا۔ اس کے جواب میں عرض کیا گیا تھا۔ کہ اوّل تو آپ کسی نقل سے ثابت کریں کہ آخر کا تغیر تو جائز ہے۔ مگر درمیانی تغیر بالخصوص مضاف کی تسکین جائز نہیں دوم یہ کہ قرآن مجید کی اس آیت میں گو لفظ کے آخر میں بطور وقف تغیر ہوا ہے۔ اور حضرت صاحب کے کلام میں مضاف متحرک کو ساکن کیا گیا ہے۔ مگر پھر بھی قرآن مجید کی محولہ آیت جواب ہے اعتراض کا۔ کیونکہ اعتراض تو اسم کو فعل اور فعل کو اسم کی شکل و وزن دینے کیوجہ سے ہے۔ اور وہ جو تغیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں ہے۔ بعینہ کلام مجید میں ہے۔ اس کے بعد دیر تک ۔۔۔۔ مذکورہ بالا باتیں ہی دہرائی جاتی رہیں۔ اس کے بعد دوسرا اعتراض آپ نے یہ کیا۔ کہ مجھ سے فقل سر انی فی ھذہ الصبور صورتہ۔ کی تقطیع دریافت کی میں نے کہا کہ صرف اسی شعر کی تقطیع کرنی ہے یا کوئی اور شعر بھی اس کے سوا ایسا ہے۔ کہ جس کی تقطیع مجھ سے آپ کروائیں گے۔ تو آپ نے فرمایا کہ بہت سے شعر لیے ہیں۔ میں نے جواباً کہا۔ کہ آپ مجھے ایسے تمام شعر لکھوا دیں تاکہ بعد نماز مغرب میں سب کا وزن نیچے لکھ دوں اس پر آپ نے زور دیا۔ کہ ابھی اسی وقت اس شعر کی میں آپ کے سامنے تقطیع کروں۔ میں نے عرض کیا کہ کیا آپ میرا استحضار فی الذہن دیکھنا چاہتے ہیں؟ آپ بعد نماز مغرب تشریف لاویں۔ میں سب اشعار کی تقطیع کر دوں گا۔ اس پر آپ نے دوبارہ وقت دینے سے عذر ظاہر کیا۔ اور طے پایا۔ کہ آپ تحریر کے ذریعہ تمام اعتراض لکھدیں گے۔ اور میں قادیان سے جواب لکھدوں گا۔ اس کے بعد مجلس برخاست ہو گئی۔ یہ روئیداد اس لئے میں نے لکھی ہے کہ آپ مُخلّی بالطبع ہو کر الانصاف من نفسک کے مطابق غور فرما دیں کہ کیا اصل اعتراض آپ کا یہ نہ تھا۔ کہ خیفۃ کی تا کو ساکن کرنے سے یہ لفظ خیفت پڑھا جاویگا۔ اور خیفت فعل کے وزن پر ہو کر یہ اعتراض پیدا کرے گا۔ کہ لفظ میں ایسا تغیر پیدا ہو گیا۔ جس سے اسم اپنے متغایر یعنے فعل کے وزن پر ہو گیا؟ اگر یہی اعتراض تھا۔ تو واقعہ میں استفت قلبک آپ کا بھی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہی اعتراض تھا۔ تو کیا قرآن مجید کا فَنَسِيَ کو جو فعل ہے اور ماضی ہونے کیوجہ سے متحرک الآخر ہے۔ ساکن کرکے اسم کے وزن پر کر دینا بعینہٖ اُسی اعتراض کا مورد اپنے آپ کو بنا دینا نہیں؟ انصاف! انصاف!! انصاف!!!

اب میں آپ کے خط کا جواب لکھتا ہوں آپ فرماتے ہیں۔

فاوجس خیفۃ شرہ بعض رفقتی
لما عرفوا من خبث قوم تنمروا

اول مصرعہ کی تقطیع درست نہیں۔ فاوج۔ فعول
س خیفۃ شر۔ مفاعلتن۔ مفاعیلن کی بجائے
مفاعلتن آتا ہے۔ جو جائز نہیں۔ آپ کا جواب کہ خیفۃ
کو ساکن پڑھو۔ صحیح نہیں اسلئے کہ مضاف ہے۔ اور مضاف
آجتک کبھی ساکن نہیں ہوا۔ اگر اسکی صحت کی کوئی دلیل ہے
تو فصحاء و بلغاء کے کلام سے ثابت کیجئے۔ کہ ضرورت شعری کیوجہ
سے مضاف ساکن ہو سکتا ہے۔

الجواب المثال الاوّل بیشک ضرورۃ شعری کیوجہ سے مضاف بھی ساکن ہو سکتا ہے۔ اور اس کا ثبوت افصح الفصحاء ابو الطیب احمد المعروف بالمتنبی کے کلام سے عرض کرتا ہوں۔ غور کیجئے لگا شاعر کہتا ہے۔

وَاَسْتَ تُخَيِّرُنَا بِالنِّقَابِ
وَادِی الْمِیَاہِ وَوَادِی الْقُرٰی

اس شعر میں وادی المیاہ مضاف و مضاف الیہ ہیں وادی مضاف ہے۔ اور المیاہ مضاف الیہ ہے۔ یہاں پر لفظ وادی تخیرنا کا مفعول بہ اس لئے اُس کی یا پر نصب چاہیئے۔ مگر نصب کی صورت میں وزن ٹوٹتا تھا اس لئے اُسے ساکن کر دیا گیا۔ پس وادی۔

(۱) مضاف ہے۔ جیسا کہ خیفۃ مضاف ہے

(۲) وہ تخیرنا کا مفعول بہ ہے۔ جیسا کہ خیفۃ اوجس کا مفعول یہ ہے۔

(۳) اُس پر نصب آنا چاہیئے۔ کہ جیسا کہ خیفۃ پر نصب آنا چاہیئے۔

(۴) اگر وادی کو منصوب الآخر پڑھیں تو شعر کا وزن ٹوٹتا ہے۔ جیسا کہ خیفۃ کو اگر منصوب الآخر پڑھیں۔ تو شعر کا وزن ٹوٹ جاتا ہے۔

(۵) وزن کو قائم کرنے کیلئے وادی کے آخری حرف ی کو باوجود مضاف ہونے کے ساکن کیا گیا جس طرح خیفۃ کے آخری حرف تا کو باوجود مضاف ہونے کے ساکن کیا گیا۔

پس متنبی کا یہ شعر پوری طرح طابق نعل بالنعل کی ضرب المثل کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شعر کی مثال ہے۔ ایک ذرہ کے برابر بھی کمی وبیشی نہیں۔ متنبی کے اس شعر کو نقل کرکے شارح لکھتا ہے۔ کہ وادی مفعول تخیرنا اسکن یاءہ للضرورۃ دیکھو دیوان متنبی مترجم مولوی ذوالفقار علی صاحب صفحہ ۳۰ سطر ۷ مطبوعہ مجتبائی دہلی ایڈیشن نمبر ۲ مورخہ محرم الحرام ۱۳۴۵ھ

اور طرفہ یہ کہ حضرت صاحب کے کلام میں تو صرف اس شعر میں ایک جگہ مضاف کو ساکن کیا گیا۔ مگر متنبی کے کلام میں تو ایک ہی شعر میں دو جگہ یہ تصرف کیا گیا ہے یعنی متنبی کے شعر میں دو جگہ وادی کا لفظ آیا ہے اور دونوں جگہ مضاف ہے۔ ایک جگہ المیاہ کیطرف اور دوسری جگہ القریٰ کی طرف اور دونوں جگہ منصوب ہے۔ ایک جگہ مفعول بہ ہونیکی وجہ سے اور دوسری جگہ مفعول بہ پر معطوف ہونے کے سبب سے اور دونوں جگہ شعری ضرورت کیوجہ سے باوجود مضاف ہونے کے ساکن کیا گیا۔ اس سے اعلیٰ اجلی اور اوضح مثال کیا ہو سکیگی لیجئے مولوی صاحب! آپ کا مطالبہ ہم نے پورا کر دیا کہ مضاف کو ساکن نہ ایک جگہ بلکہ دو جگہ فصیح بلکہ افصح کے کلام میں دکھا دیا۔ اور دکھایا بھی وزن درست کرنے کے لئے۔ امید ہے کہ اب تو آپ کا اعتراض دُور ہو گیا ہوگا۔ انشاء اللہ۔

المثال الثانی متنبی اسی محولہ بالا قصیدہ میں کہتا ہے۔

رَوَامِی الْکِفَافِ وَکَبْدُ الْوِهَادِ
وَجَاءُ الْبُوَیْرَۃِ وَادِی الْغَضَا

دیکھئے یہاں پر روامی حال ہے۔ اور حال منصوب ہوتا ہے اس لئے روامی کی ی منصوب ہونی چاہیئے۔ مگر وزن ٹوٹتا تھا اس لئے ی کو ساکن کیا گیا۔ اور روامی مضاف ہے۔ اور الکفاف مضاف الیہ ہے۔ پس یہ شعر بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شعر کی پوری پوری مثال ہے۔ کہ دونوں مضاف منصوب کو وزن کی خاطر ساکن کیا گیا ہے۔ اس شعر کو لکھ کر شارح لکھتا ہے روامی حال واسکن الیاء للضرورۃ وھو کثیر فی اشعار العرب ومنہ بیت الحماسۃ ..... اوی وادی المیاہ تثلیث متنبی مترجم صفحہ ۲۰ سطر ۸ مطبوعہ مجتبائی۔

یعنی اس شعر میں روامی حال ہے۔ مگر وزن درست رکھنے کیلئے الیاء ساکن کیا گیا ہے۔ اور یہ امر عربوں کے شعروں میں بہت کثرت سے پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ حماسہ کے فلاں شعر میں بھی ہے۔ دیکھئے مولوی صاحب اس حوالہ نے تو اعتراض کا بالکل قلع قمع کر دیا ہے۔ کہ شارح لکھتا ہے۔ کہ یہ امر صرف ایک دو مثالوں میں نہیں رکھتا بلکہ نہایت کثرت سے عرب کے شاعر اس کو استعمال کرتے ہیں۔ اور حماسہ سے بھی ایک مثال اُس نے بطور نمونہ نقل کی پس جو امر متنبی صاحب حماسہ اور تمام شعراء عرب کے ہاں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ وہ حضرت صاحب کے کلام میں کیوں قابل اعتراض سمجھا جاوے؟

الاعتراض الثانی فقد سہا فی ھذہ الصور صورۃ

اس کی بھی تقطیع درست نہیں ہے۔ آپ کا جواب ہے کہ صور بسکون الواؤ پڑھا جاوے۔ صحیح نہیں ہے لفظ بالکل مہمل ہو جاتا ہے۔ اور صور بسکون الواؤ صورۃ کی جمع نہیں ہے۔ بلکہ صورۃ کی جمع بفتح الواؤ ہے اگر یہ جائز ہے۔ کہ ضرورت شعری کیوجہ سے لفظ مہمل کر دیا جائے تو فصحا کے کلام سے اس کی چند مثالیں پیش کر دیجئے۔

الجواب خلاصہ آپ کے اعتراض کا یہ ہے کہ صورۃ کی جمع صُوَرٌ ہے۔ واو کی زبر سے۔ مگر وزن کو درست کرنے کے لئے واؤ کو ساکن کر دیا گیا ہے۔ اگر یہ جائز ہے تو چند مثالیں پیش کی جاویں جس کے جواب میں گذارش ہے کہ بیشک اصل لفظ صُوَرٌ واؤ کی زبر سے ہے۔ مگر وزن کی درستی کے لئے اسے ساکن

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پڑھیں گے۔ اور یہ بالکل جائز اور درست امر ہے اور عرب کے سب شعراء ایسا کرتے ہیں۔ اور یہ ایسی عام بات ہے۔ کہ ہزاروں اس کی مثالیں مل سکتی ہیں مگر نمونۃً چند مثالیں عرض کرتا ہوں۔

المثال الاوّل متنبی کہتا ہے۔

یُعِزُّ عَلَیْہِ اَنْ یُّخِلَّ بِعَادَۃٍ
وَتَدْعُوْ لِاَمْرٍ وَھُوَ غَیْرُ مُجِیْبِ

اس شعر میں تدعو کی واؤ پر زبر چاہئے۔ کیونکہ یہ معطوف ہے۔ یخل کا اور یخل کا لازم زبر والا ہے۔ مگر شعری ضرورت کی وجہ سے واؤ کو ساکن کر دیا گیا دیکھئے مولوی صاحب مثال بھی واؤ کی ہے۔ اور مثال بھی زبر کی جگہ ساکن کرنے کی ہے۔ اس شعر کو نقل کر کے شارح لکھتا ہے

واسکن الواؤ فی تدعو مع انہ حقہا الفتح للعطف علی یخل للضرورۃ۔ دیکھو متنبی صفحہ ۲۹۲

یعنی تدعو کی واؤ کو ساکن کیا گیا ہے۔ حالانکہ یخل پر عطف کی وجہ سے ضروری تھا کہ واؤ پر زبر ہوتی۔ لیکن شعری ضرورت کی وجہ سے واؤ کو ساکن کیا گیا ہے۔

المثال الثانی تراک امکنۃ اذا لم ارضہا
او یعتلق بعض النفوس حمامہا

اس میں یعتلق کے قاف مفتوح کو برعایت وزن لبیدؓ ساکن کیا گیا ہے۔ اسکی شرح میں علامہ فیومی شرح معلقات میں لکھتے ہیں۔ کہ الفعل منصوب فی الاصل فان کلۃ او ھنا بمعنی الیٰ اَنْ ولکن اسکن اخرہ ضرورۃً صفحہ ۲۵۴

المثال الثالث کعب بن زبیرؓ اسہا جود آمل ان تلن تؤمودھا
وحاخال لدینا منک تنویل

اس میں تدنو کی زبر کی بجائے بسکون الواؤ کہا گیا ہے دیکھئے مولوی صاحب! نمونۃً تین مثالیں میں نے عرض کی ہیں۔ ورنہ یہ امر بالکل جائز بالکل عام اور شعراء کے کلام میں پوری طرح شائع ہے۔

الاعتراض الثالث اس کے بعد سوال ہوتا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے اس قصیدہ کا کوئی شعر ضرورت شعری کے بغیر درست نہیں ہو سکتا۔ کوئی صفحہ ایسا نہیں۔ کہ جس میں کم از کم سات یا آٹھ جگہ ضرورت شعری کی وجہ سے الفاظ کو متغیر نہ کیا گیا ہو۔ تو کیا یہ ضرورت شعری فصاحت و بلاغت میں داخل ہے۔ اور اسکی وجہ سے کلام فصاحت کے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے اس لئے حضرت مرزا صاحب نے ہر جگہ اس کا استعمال کیا ہے۔ یا خدائے قدوس جو اس قصیدہ کا ملہم ہے وہ ضرورت شعری کے بغیر اشعار میں اپنے معنی کو لفظی جامہ پہنانے سے قاصر ہے۔ بہرحال کیا صورت ہے۔ مفصل اور بالوضاحت تحریر فرمائیے۔

الجواب اگو یہ قصیدہ الہامی نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے۔ مگر پھر بھی متحدیانہ ہونے کی وجہ سے بے نظیر ہے۔ اس کے بعد آپ کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جب یہ ثابت کر دیا گیا ہے۔ کہ شعر میں وزن کو درست رکھنے کیلئے بعض تغیرات الفاظ میں جائز ہیں۔ تو پھر خواہ وہ تغیرات کسی قصیدہ میں ہوں۔ خواہ کہیں کہیں ہوں۔ خواہ قصیدہ کے ہر شعر میں ہوں کسی مضائقہ کا موجب نہیں۔ بحث تو یہ قابل تصفیہ تھی کہ ایسے تغیرات جائز ہیں یا نہیں۔ اگر ثابت ہو کہ ایسے تغیرات ناجائز ہیں۔ اور فصحاء و بلغاء کا کلام ان سے پاک ہے تب بے شک مرزا صاحب کے کلام پر اعتراض ہو سکتا تھا۔ کہ چونکہ یہ تغیرات ناجائز ہیں اس لئے مرزا صاحب کا یہ قصیدہ فصیح و بلیغ نہیں۔ لیکن جب اوپر کی مثالوں سے واضح ہو گیا۔ کہ جو بھی تغیر مرزا صاحب کے قصیدہ میں ہے وہ بلغاء عرب کے کلام میں ہے۔ تو پھر وجہ اعتراض کیا؟ ہاں اعتراض ایک اور طرح پڑ سکتا تھا۔ اور وہ یہ کہ آپ یہ ثابت کر دیتے کہ بیشک یہ تغیرات جائز ہیں مگر کبھی کبھی۔ ورنہ کثرت انکی مذموم ہے۔ تب بیشک مرزا صاحب کے اس قصیدہ پر اعتراض پیدا ہوتا تھا کہ اسمیں کہیں کہیں ایسا تغیر نہیں ہے۔ بلکہ کثرت سے ہے لیکن یہ بھی کسی طرح آپ ثابت نہیں کر سکتے۔ بلکہ ہمنے مذکورہ بالا مضمون میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ تغیرات نہ صرف جائز ہیں بلکہ ان کا بکثرت لانا بھی جائز ہے۔ جیسا کہ اوپر شارح متنبی کا یہ قول درج کیا گیا ہے۔ وھو کثیر فی اشعار العرب یعنی تحریک ساکن اور تسکین متحرک۔ وغیرہ تغیرات شعری ضرورت کیلئے نہایت کثرت سے عربی شعروں میں پائے جاتے ہیں۔ پس جو امر کثرت سے عربوں کے شعروں میں پایا جائے۔ وہ اگر کثرت سے مرزا صاحب کے کلام میں پایا جائے۔ تو کیوں قابل گرفت ہو؟ خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ یہ تغیرات جائز ہیں۔ بلکہ کثرت سے جائز ہیں۔ اسلئے خواہ کتنی کثرت سے حضرت صاحب کے کلام میں ہوں۔ محل اعتراض نہیں ہیں۔ ورنہ آپ ثابت کریں۔ کہ یہ تغیرات یا انکی کثرت ناجائز ہے۔ مگر یہ امر آپ ہرگز ثابت نہیں کر سکتے۔ ورد و نہ خرط القتاد۔ رہا آپ کا یہ کہنا۔ کہ کیا خدائے قدوس جو اس قصیدہ کا ملہم ہے وہ ضرورت شعری کے بغیر اشعار میں اپنے معنے کو لفظی جامہ پہنانے سے قاصر ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قصیدہ اگر سب کا سب الہام ہو۔ اور خدائے قدوس کا کلام ہو۔ تب بھی ضرورت شعری کے استعمال سے اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ گو خدا قادر ہے۔ کہ وہ بغیر ضرورت شعری کے اشعار نازل فرماوے مگر چونکہ یہ قصیدہ عربی میں ہے اور عربی اشعار میں ضرورت شعری جائز ہے۔ اس لئے اگر خدا تعالیٰ بھی کسی قصیدہ میں ضرورت شعری کی رعایت رکھے۔ تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ حرج تو تب ہو جبکہ جس زبان میں قصیدہ نازل کیا جائے اُس زبان کے قواعد کے خلاف کوئی بات اس میں ہو۔ اور ضرورت شعری کا استعمال چونکہ عربی زبان میں نہ صرف جائز بلکہ کثرت سے جائز بلکہ محض جائز ہی نہیں بلکہ عرب کے شعراء کے استعمال سے کثرت سے ہے۔ اور یہ زبان کی وسعت اور گوناں گون لطائف کے اظہار کا باعث ہے اس لئے یہی السنب ہے کہ خدا تعالیٰ کے کلام میں بھی ایسا استعمال ہو اور اس کی ایک مثال قرآن مجید سے پیش کرتا ہوں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وسلامٌ علیٰ الیاسین حالانکہ اصل نام الیاس ہے۔ مگر چونکہ قرآن مجید مقفیٰ و مسجع کلام ہے اس لئے برعایت تقفیہ و سجع بجائے سلام علی الیاس کے الیاسین کہا گیا ہے۔ تاکہ پہلی اور پچھلی آیات کے دونوں کے ساتھ اُس کا وزن قائم ہو جائے۔ اب کہنے والا تو یہاں بھی کہہ سکتا ہے۔ کہ کیا خدائے قدوس جو قرآن مجید

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کا ملہم ہے، وہ ضرورت سجع کے بغیر عبارت میں اپنے معنی کو لفظی جامہ پہنانے سے قاصر ہے؟ مگر اسکو بھی یہ جواب دیا جاویگا۔ کہ جب قرآن مجید مسجع کلام ہے۔ اور عربی کے قوائد کی رو سے سجع کو نباہنے کے لئے الیاس کو الیاسین پڑھنا جائز ہے۔ تو خدا تعالیٰ پر کوئی اعتراض نہیں۔ اعتراض تو تب ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسا استعمال اختیار فرماوے جو ناجائز ہو۔ دہ نہ جائز استعمال کا کوئی مصداق نہیں اسی طرح اور بہت سی مثالیں خود قرآن مجید سے مل سکتی ہیں۔ جنمیں ظاہری عبارت کے سجع کو ملحوظ رکھکر الفاظ کو اس طرح استعمال کیا ہے۔ کہ اگر سجع کا نشان نہ ہوتا۔ تو ترکیب اور ہوتی۔ حالانکہ خدا قادر تو تھا کہ وہ بغیر سجع کے خیال کے سادہ عبارت استعمال کرتا پس نہ وہ قابل اعتراض ہے۔ نہ یہ۔ اب میں اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ اور استدعا کرتا ہوں۔ کہ بنظر انصاف ملاحظہ فرماویں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

(رسہ محمد اسحق)

پیر جماعت علیشاہ کا ریاست کشمیر سے اخراج

کچھ دنوں سے پیر جماعت علیشاہ علی پوری کے مرید سخت تشویش و اضطراب سے بد حواسی کے عالم میں کہیں حکومت کشمیر کو الزام دے رہے ہیں۔ کہیں جماعت احمدیہ جموں پر برس رہے ہیں کہیں وائسرائے ہند کے پاس چیخ و پکار شروع ہے۔ کہیں مہاراجہ بہادر کشمیر کے حضور آہ و زاری ہے کہیں اخبارات میں نہایت عیارانہ پروپیگنڈا کیا جارہا ہے مصیبت یہ ہے۔ کہ حکومت نے پیر جماعت علی شاہ کا داخلہ حدود ریاست میں پھر بند کر دیا ہے۔ آپ کے مریدوں نے اخبارات میں جو مضمون لکھ کر خوش مریدی ادا کیا ہے وہ اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔ ہم ان لوگوں کو مخاطب کرنا نہ چاہتے تھے۔ لیکن چونکہ انہوں نے اپنے رشد کی شہادت کے بھروسہ پر ایسی دیدہ دلیری افترا پردازی اور دروغ بافی سے کام لیا ہے۔ جسکی وجہ سے ہمیں ضرورت معلوم ہوئی۔ کہ ناواقف پبلک کی اطلاع کے واسطے چند سطور رقم کریں۔

پیر صاحب کو یہ عزت بارہا مل چکی ہے

پیر صاحب کا داخلہ بند ہونا تو ان کے مریدوں کی نظر میں کوئی نئی بات نہیں وہ خود اقراری ہیں۔ کہ اس سے قبل بھی حکومت کشمیر نے پیر صاحب کو یہ اعزاز بخشا تھا۔ ناظرین کو شاید معلوم ہوگا۔ کہ پہلی بار پیر صاحب کا داخلہ سری مہاراجہ پرتاب سنگھ صاحب بہادر کے عہد میں بند ہوا تھا اور مہاراجہ صاحب بہادر ممدوح کے قلم سے اس حکم امتناعی کا جاری ہونا ہی اس امر کی کافی ضمانت ہے کہ حکم مذکور بامر مجبوری صادر کیا گیا۔ کیونکہ مہاراجہ صاحب موصوف کو صوفی مشرب اصحاب سے خاص عقیدت تھی۔ اور آپ سرزمین ہند میں سادھو نواز پیر پرست مشہور تھے۔ پس جب تک پانی سر سے نہ گذر گیا جاتا مہاراجہ ممدوح الشان کے ہاتھوں پیر اور صوفی کہلانے والے جماعت علی شاہ کا داخلہ بند ہونا ناممکن محض تھا۔ پھر صرف یہی نہیں۔ ابھی حال ہی میں پیر صاحب کے مریدوں نے اپنے پیر صاحب کے کارنامے پیش کرتے ہوئے کئی مقامات مثلاً کوئٹہ حیدرآباد وغیرہ گنوائے تھے۔ جہاں سے کہ پیر صاحب کے خلاف ہمچو قسم حکم امتناعی صادر ہوئے تھے۔

ان کے مخلص مرید فرماتے ہیں۔ کہ پہلی بار جب پیر صاحب کا داخلہ بند کیا تھا۔ تو حکومت پر یہ غلطی جلد واضح ہو گئی تھی۔ ہم اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتے۔ کہ حکومت پر غلطی واضح ہو گئی تھی۔ یا پیر صاحب کے مریدوں کے طویل عرصہ تک متواتر منت و سماجت کرنے پر نرم دل مہاراجہ صاحب نے محض رحم کے طور پر دوبارہ اجازت دی تھی۔ بہرحال یہ امر نہایت قابل غور ہے کہ اگر ایک دفعہ غلطی ہو جائے۔ تو دوسری دفعہ انسان اس کا اعادہ کرنے میں بیش از بیش احتیاط کو کام میں لاتا ہے۔ پھر یہ کیونکر ممکن تھا۔ کہ اس دفعہ حکومت محض احمدیوں کی کوشش پر جنہیں ہٹی بہر ظاہر کیا جاتا ہے۔ بے وجہ اس قسم کا حکم صادر کر دیتی خصوصاً جب اخبار ریذیڈنسی جموں نے معاً لکھ دیا تھا۔ (نوٹ کا)

ہوں) صریح اور صاف طور پر لکھا تھا۔ کہ پیر جماعت علی شاہ صاحب اور ان کے ہم مشربوں کی تقریریں اتفاق و اتحاد کی حمایت میں تھیں۔

داخلہ بند ہونے کی وجوہات

لیکن حقیقت حال یہ ہے۔ کہ جس جلسہ کی بنا پر یہ حکم صادر ہوا ہے۔ اس میں پیر جماعت علی شاہ صاحب اور ان کے چیلوں چانٹوں نے اسلام کے مختلف فرقوں مثلاً اہلحدیث۔ احمدی۔ شیعہ و غیرہ کے حق میں اس دریدہ دہنی سے کام لیا کہ قریب تھا کہ مجلس بزم رزم میں مبدل ہو جائے۔ بلکہ ایک گوشہ میں گھونسہ بازی شروع بھی ہو گئی تھی۔ اور مشکل سے حالات پر قابو پایا گیا تھا۔ جماعت احمدیہ اور ان کے آقا کی شان میں نہایت انسانیت سوز طریق سے کھلی گالیوں کا ارتکاب کیا گیا۔ جس سے باحیا امن دوست انگشت بدنداں رہ گئے۔ اسی لئے تو بعد میں جماعت احمدیہ جموں نے جو استغاثہ دائر کیا۔ اس کے گواہوں کی فہرست میں پریذیڈنٹ اسلامیہ انجمن قلمرو جموں جیسی معزز ہستیاں شامل تھیں۔ جماعت احمدیہ کو یہ ہونا تو قدرتی امر تھا۔ اور ہوا اور انہوں نے چارہ جوئی بھی کی لیکن وہ چارہ جوئی استغاثہ کی شکل میں تھی جس کا ذکر کیا گیا۔ اس حکم امتناعی کے اجراء میں جسے حکومت نے از خود بنقص امن عامہ کے انسداد کے واسطے انتظامی نقطۂ نگاہ سے صادر کیا ہے۔ احمدیوں کا کوئی ہاتھ نہیں ہو سکتا۔ چونکہ جلسہ مذکور صدر مقام جموں میں ہوا تھا۔ اس لئے اس کے صحیح حالات ارکان حکومت سے مخفی رہنے ناممکن تھے۔ آخر حکومت پر عیاں ہو گیا کہ اصلیت کیا تھی۔ اور اخبار ریذیڈنسی جموں سے مداحی کا نوٹ لکھوا کر خود ملزموں نے اپنے فعل کے نتائج کی پیش بندی کے لئے قبل از وقت شائع کرا دیا تھا۔ جو فی الواقع مجرمیت پر انکی زبان حال کی گواہی تھی۔ ایسی چیخ و پکار تو اب بے معنی ہے۔ اس کا ایک ہی علاج تھا۔ اور وہ یہ کہ پیر جماعت علی اور دیگر ملزمین (مولوی نواب دین ستکوہی اور صاحبزادہ نور حسن) ہمت مردانہ کے ساتھ اس استغاثہ کی جواب دہی میں جو خلاف دائر ہو چکا تھا۔ اپنے تئیں پیش

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عدالت میں پہنچا کر اپنی بے قصوری ثابت کر دیتے اور اگر درحقیقت بیگناہ تھے۔ تو ایسا کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں چاہیئے تھا۔ آخر کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک۔ بلکہ پیر جماعت علی کی یہ شخصیت ظاہر کی جارہی ہے ایسی شخصیت کے لئے تو نہایت لازمی تھا۔ کہ جب تک دار دشدہ الزام سے بریت حاصل کر کے اپنے دامن کو بے لوث ثابت نہ کرتے دم نہ لیتے۔ لیکن یہ جرأت کہاں اور پیر صاحب کا اپنے چیلوں سمیت استغاثہ کی خبر سنتے ہی باوجود اس اعلان کے کہ ہم احمدیوں سے بحث کرنے کیلئے دس روز قیام کریں گے۔ دوسرے روز ہی شہر سے علی پور کا فور ہو جانا کہاں۔ یہ فرار اسلئے تھا کہ ایسے ملزموں کے متعلق حکومت کشمیر کی سرکار انگریزی کے ساتھ داد و ستد نہ تھی۔ ان بیچاروں نے علی پور سے بہتیرے ریزولیوشن بھجوائے۔ کہ ہمارا مقدمہ کوئی ہمارا ہی جج سنے۔ ریاست کے مجسٹریٹ نہ سنیں اگر انکی درخواست قبول ہو جاتی۔ تو بیشک وہ اپنے ممد مرید جج کے سامنے اپنی قدوسیت ثابت کر سکتے تھے لیکن ریاست نے ایسا نہ کیا۔ تو ان کا کیا قصور اس ہمت و شجاعت پر بھی جماعت احمدیہ کو بزدلی کا الزام دینا ؎ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد کا مصداق ہے

ان کے مرید فرماتے ہیں۔ کہ پیر صاحب کی تقریریں احمدیوں کے عقاید کا قلع قمع کرتی تھیں۔ اس واسطے انہوں نے پیر صاحب کا داخلہ اپنی خیر منانے کے لئے بند کرا دیا۔ مگر شاید وہ بھولے ہوئے ہیں۔ کہ پیر صاحب میں تو تقریر کرنے کا مادہ ہی نہیں۔ ان کے تو مختصر ہی کلمات طیبات ہوا کرتے ہیں۔ جو صرف کافر بے ایمان۔ شیطان پلید کے سے ناپاک کلمات پر مشتمل ہوتے ہیں چنانچہ اس جلسہ میں بھی ایسے ہی کلمات صادر فرمائے۔

پیر صاحب کی علمیت کی داد ہم انشاء اللہ پھر کبھی حسب ضرورت دیں گے۔ اور بتلائیں گے۔ کہ ایک امر کا ہزار ہا کے مجمع میں بڑی تعدی سے اعلان کر کے کس طرح معہ اپنے ٹڈی دل لشکر کے دم بخود رہ گئے۔ اور کچھ ایسے سوئے کہ پھر نہ جاگے۔

(نامہ نگار جموں)

(ضیاء الاسلام پریس قادیان میں زیر نگرانی مینیجر فاروق قادیان منزل قادیان سے شائع کیا)

ایک آریہ سے تحریری مباحثہ

آریہ کا جواب کے اوپر سوال

(گذشتہ سے پیوستہ)

مہربانم تسلیم۔ آپ کا جواب آیا۔ غور سے پڑھا۔ میری سمجھ میں خلاصہ یہ معلوم ہوا کہ آپ نے جواب یہ دیا ہے "روح ربوبیت یا اکاش سے بنی ہے۔ اور اکاش علت سے بنا ہے"۔

(۱) غور طلب یہ ہے۔ کہ اکاش کوئی مادی شے ہے۔ یا غیر مادی؟ اگر اکاش مادی شے ہے۔ تو روح جو اس سے بنی ہے۔ وہ بھی مادی ہوئی۔ ہر شے جو بنی ہے۔ اس کی آپ کتنی علتیں مانتے ہیں۔ میری رائے میں ہر شے جو بنی ہے۔ اس کے تین کاسن یا علتیں ہیں۔

علت فاعلی	علت مادی	علت عامہ
نمتا کارن	اپادان کارن	سادھارن کارن

اگر آپ روح کو بنا ہوا مانتے ہیں۔ تو ان تینوں مندرجہ بالا تین علتوں کا پتہ تحریر فرما دیں۔ یا اگر آپ صرف ایک علت سے کسی چیز کا بننا ممکن بتلاتے ہیں۔ تو دنیا میں کسی شے کو مثالاً تحریر فرما دیں۔

(۲) آپ نے تو روح کا علت صرف خدا کو بتلایا ہے اگر صرف خدا اس کا علت ہے۔ تو اس کی صفت بھی اپنے معلول روح میں آنی چاہیئے۔ لیکن ایسا نہیں ہے روح آپ کی رائے میں حادث معلوم ہوتی ہے۔ خدا قدیم ہے۔ روح حاضر ناظر نہیں ہے۔ خدا حاضر ناظر ہو غرضیکہ خدا کی صفات روح میں نہیں ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ ان کا علت نہیں ہے۔

آپ کا یہ لکھنا کہ جو چیز جس نے نہیں بنائی اس کا علم کامل اسکو نہیں ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ آپ نے علم ڈاکٹری میں جتنی کتابیں پڑھی ہیں۔ اور ان کا آپ کو بخوبی علم ہے۔ کیا آپ نے ان سب کتابوں کو بنایا ہے۔ یہ دلیل کچھ معقولیت نہیں رکھتی۔

(۱) نور یا اکاش مادی یا غیر مادی؟

(۲) روح مفرد ہے۔ یا مرکب۔ مادی ہے۔ یا غیر مادی؟

حادث ہے۔ یا قدیم؟

آریہ کا جواب الجواب

جناب من تسلیم! میرے جواب میں آپ کے اعتراضات کا جواب موجود ہے۔ ذرا غور کو کام میں لادیں۔ میں آپکے جواب کو معہ اپنے جواب کے جو آپ کے سوال کا ہے۔ کتاب میں شائع کر دونگا۔ پبلک خود نتیجہ نکال لیگی۔ اگر آپکے نزدیک آپ کے سوال کا جواب جو میں نے دیا ہے۔ جو ابتداً آپ کی طرف سے تھا۔ ٹھیک نہیں شائع کر دیں۔ تاکہ دنیا آپ کے سوال کی اور آپ کے اعتراض کی قدر کرے۔ اور آپ کی لیاقت کی تمام دنیا میں شہرت ہو جائیگی۔

ڈاکٹر عطا محمد پی۔ ایس۔ ایم۔ ایس ہمراج گنج

ضلع گورکھپور (یو۔ پی)

حیرت انگیز دوائی

آئندہ بال سفید نہیں ہونگے

جن دوستوں کے سر اور ڈاڑھی کے بال وقت سے پہلے ہی نزلہ کے اثر سے یا کسی اور جسمانی کمزوری کے باعث سفید ہو گئے ہوں۔ اور آجکل کے نقصان دہ اور جلد کو خراب اور سیاہ اور شکل کو بدنما اور بھدی بنانے والے خضاب کے بار بار کے استعمال سے تنگ آ گئے ہوں۔ وہ ہماری دوائی "سفوف حیرانی" استعمال کریں جس کے استعمال سے (خدا کے فضل سے) عرصہ دراز تک بال سفید نہ ہوں گے۔ اور جو بال سفید چہرہ پر موجود ہوں گے وہ جلد ہی سیاہ ہو جائینگے۔ یعنی کھونٹی آئندہ سیاہ نکلیگی جسم کی بگڑی ہوئی رنگت عود کر آئیگی۔ حواس خمسہ تیز اور جسم کی تمام قوتیں حیرت انگیز طور پر تیز ہو جائینگی۔ اشتہاری گپ نہ اور بڑے بڑے چکنے الفاظ لکھنا ہم گناہ سمجھتے ہیں۔ مشک آنست کہ خود ببوید۔ نہ کہ عطار بگوید۔

یہ دوائی سردی کے موسم میں صرف دو ماہ استعمال کرنا ضروری ہے

قیمت دو ماہ کا مکمل خوراک کیلئے صرف دس (۱۰) روپیہ ہوگی ایکماہ کی خوراک کی قیمت پانچ (۵) روپیہ۔ (صحت کا ذمہ دار مشتہر ہے نہ ایڈیٹر فاروق)

مہتمم احمدیہ فارمیسی قادیان پنجاب